کیا ابراہیم علیہ السلام کو کسی نے عید، تہوار، میلہ دیکھنے کی دعوت دی تھی؟

ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات قوم کے بعض افراد سے کہا تھا

أَئِفْكًا آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ﴿٨٦﴾

''کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے الہٰ چاہتے ہو؟

فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٧﴾

مگر جہانوں کے رب کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

ابراہیم علیہ السلام قوم کو بار بار اس نکتے کی جانب متوجہ فرماتے تھے کہ الہٰ کیلئے ضروری ہے کہ رب ہو جس کی ربوبیت کے مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ رات کے سکوت وسناٹے میں آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر ابراہیم علیہ السلام نے

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾

''پھر اس نے ستاروں میں اپنی نگاہ دوڑائی

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾

اور ان لوگوں سے کہا کہ میں (تمہاری روش سے) ناخوش اور بیزار ہوں''

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾

''تو پھر وہ لوگ ان کے پاس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے'' (الصافات۔۸۶۔۹۰)

قرآنِ مجید کے حاشیوں میں ان آیات کے ضمن میں جو مواد ہمیں اکثر پڑھنے کو ملتا ہے الفاظ اور انداز بیان کے معمولی تغیر وتبدل سے اِن حوالوں جیسا ہی ہوتا ہے۔[تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب۔'' آسمان پر غور وفکر کیلئے دیکھا جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں، یا اپنی قوم کے لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کیلئے ایسا کیا، جو کہ ستاروں کی گردش کو حوادث زمانہ میں مئوثر مانتے تھے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب ان کی قوم کا وہ دن آیا، جسے وہ باہر جا کر بطور عید اور بطور قومی تہوار منایا کرتی تھی۔قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔لیکن ابراہیم علیہ السلام تنہائی اور موقعے کی تلاش میں تھے، تا کہ ان کے بتوں کا تیا پانچہ کیا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا کہ کل ساری قوم باہر میلے میں چلی جائے گی تو میں اپنا منصوبہ بروئے کار لے آؤں گا۔اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہوں یا آسمانوں کی گردش بتلاتی ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ یہ بات بالکل جھوٹی تو نہیں تھی، ہر انسان کچھ نہ کچھ بیمار ہوتا ہی ہے، علاوہ ازیں قوم کا شرک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا مستقل روگ تھا، جسے وہ دیکھ کر

کڑھتے رہتے تھے۔یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعریض اور توریے کا اظہار فرمایا جو اگرچہ جھوٹ نہیں ہوتا لیکن مخاطب اس کے متبادر مفہوم سے مغالطے کا شکار ہو جاتا ہے''--]

[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی تفسیر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن.''پھر اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا۔ پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں تو وہ اس پر پیٹھ دے کر پھر گئے''۔تفسیر: جیسے کہ ستارہ شناس نجوم کے ماہر ستاروں کے موقع ،اتصالات وانصرافات کو دیکھا کرتے ہیں۔ قوم نجوم کی بہت معتقد تھی وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کرلیا اب یہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہونے والے ہیں اور متعدی مرض سے وہ لوگ بہت ڈرتے تھے۔ پھر وہ پھر گئے اپنی عید کی طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ گئے'']۔

قرآنِ مجید کی آیات مبارکہ کی ہم ایک مرتبہ زیادہ توجہ سے پھر تلاوت کریں اور بتائیں کہ اس گفتگو سے گمان میں اس طرح کا تصور ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے جو ابھی ہم نے ''تفسیری'' حاشیوں میں پڑھا ہے؟ یقیناً ایسا خیال نہیں ابھرتا کیونکہ ان آیات میں تو اس بابت ایک لفظ بھی نہیں ہے یہ کہانی اُس منظر کو بدل کر بنائی گئی ہے جو قرآنِ مجید نے دکھایا ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي ٱلنُّجُومِ ﴿٨٨﴾ ''پھر اس نے اپنی نگاہ ستاروں پر ڈالی'' ٱلنُّجُومِ ''ستاروں کو دیکھنے'' سے یہ مراد لینا کہ ''آسمان پر غور وفکر کیلئے دیکھا'' رات کے منظر کو دن کے منظر میں بدلنا ہے کیونکہ دن میں ستاروں پر نظر نہیں پڑتی۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں دن کے وقت ''آسمان پر غور وفکر کیلئے دیکھنے'' کو ''ستاروں پر نگاہ ڈالنے'' سے بیان نہیں کیا جاتا کیونکہ دن کو ستارے دکھائی نہیں دیتے۔ قرآنِ مجید ایک واقعہ بیان کر رہا ہے اور ایک منظر دکھا رہا ہے۔ہم جب اس واقعہ اور منظر کو اپنی زبان میں بیان کر رہے ہیں تو وہی کچھ کہیں جو کتاب کہہ رہی ہے۔''قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی''۔ آیات مبارکہ میں قطعی یہ بات نہیں کہی گئی۔اور اس قدر حتمی انداز میں یہ بات صرف وہ شخص کہنے کا مجاز ہے جو اس وقت وہاں موجود تھا۔اور ابراہیم علیہ السلام یا ان کی قوم کے کسی شخص نے اس واقعہ کو بیان کرنے والی کوئی تحریر نہیں چھوڑی تھی کہ اُس کو بنیاد بنا کر یہ کہا جا سکے۔ واقعہ کی بیان کردہ ابتدا سے واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان کے پاس اپنی عید،تہوار کے دن میں شرکت کی دعوت دینے نہیں آئے تھے۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦ مَاذَا تَعْبُدُونَ ﴿٨٥﴾

''جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا''تم کس کی عبادت کرتے ہو؟''

قرآنِ مجید کی ان آیات کے منافی یہ بات بھی ہے''ابراہیم علیہ السلام تنہائی اور موقعے کی تلاش میں تھے،تا کہ ان کے بتوں کا تیا پانچہ کیا جا سکے۔چنانچہ انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا کہ کل ساری قوم باہر میلے میں چلی جائے گی تو میں اپنا منصوبہ بروئے کار لے آؤں

گا''۔ عید، میلہ، تہوار دن کو منایا جاتا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے یہ کہہ دیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بت دن کے وقت توڑے تھے۔ قرآنِ مجید بتا رہا ہے کہ یہ رات کا واقعہ ہے۔ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ ''پھر لوگ پیٹھ پھیر کر ان کے پاس سے چلے گئے'' فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ ''پھر وہ ان کے بتوں کے پاس (مندر میں) جا پہنچے۔ پھر ان کے پاس کہا'' کیا تم کچھ کھاؤ گے نہیں؟'' (الصافات۔۹۰۔۹۱)۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے نئے فعل کی ابتدا حرف 'ف' سے ہوئی ہے۔ حرف 'ف' ترتیب بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی یہ ہوا، پھر یہ ہوا، پھر یہ ہوا۔ یہ تعقیب کیلئے بھی ہوتا ہے یعنی ایک واقعہ کے بعد جتنی مدت میں دوسرا واقعہ ہوتا ہو اس مدت میں وہ ہو جائے تو اس کا اظہار بھی حرف ''ف'' سے کرتے ہیں۔ دو واقعات کے مابین حرف ''ف'' کا استعمال ہوتا ہے جب قبل والا واقعہ بعد والے واقعہ کا سبب ہو۔ اور حرف ''ف'' واوٗ عاطفہ یعنی ''اور'' کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ حرف ''ف'' کے استعمال کے جس کسی انداز کو اپنایا جائے ہم کھینچ تان کر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ رات بیت جانے کے بعد اور اگلے روز دن چڑھے لوگوں کے عید، تہوار، میلے میں چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے مندر جا کر ''اپنے منصوبے'' کو بروئے کار لانا تھا۔

ان آیات کی تفسیر میں بیان کی گئی یہ بات بھی اختراع ہے'' پھر وہ پھر گئے اپنی عید کی طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ گئے''۔ دنیا کی کوئی قوم ''عید'' رات میں نہیں مناتی۔ ان اور دوسرے مفسرین نے یہ باتیں اپنے پاس سے لکھیں اور نہ تحقیق ہے بلکہ بیتے زمانے میں لکھی گئی بعض تفسیروں سے یہ تمام مواد اٹھایا گیا اگرچہ اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ لیکن ان تحریروں میں جو کچھ ظاہر الفاظ میں لکھے بغیر کہا گیا ہے اس کے تصور سے بھی خوف آتا ہے چہ جائکہ اسے بیان کیا جائے۔ ابراہیم علیہ السلام کو ادب سے جھکی ہماری نگاہوں کے ساتھ سلام ہو صبح و شام۔

ہم جانتے ہیں کہ قرآنِ مجید کو تصریف آیات کے ذریعے لوگوں کے سمجھنے اور ادراک کیلئے واضح اور سہل بنایا گیا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠٥﴾

''اور یوں ہم آیتوں کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں تا کہ وہ کہہ اٹھیں'' دَرَسْتَ ''اور تا کہ ہم ان پر جو علم رکھتے ہیں واضح کر دیں'' (الانعام ۱۰۵)

نُصَرِّفُ کا مادہ ''ص ر ف'' ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت میں پھیر دینا، لوٹا دینا، رخ پھیر دینا ہیں۔

نُصَرِّفُ الْآيَاتِ یعنی تصریف آیات کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے لفظ'' دَرَسْتَ '' ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ گاؤں میں خوشوں سے دانے الگ کرنے کے لئے تیار فصل کو گول دائرے میں کھیتوں میں پھیلا کر اوپر بیلوں کو مسلسل چلایا جاتا تھا۔

اس عمل کو ہمارے دیہات میں گاہنا اور عربوں کے ہاں 'درس' کہتے ہیں اسی طرح جب تک کسی چیز کو پھیر پھیر کر سامنے نہ لایا جائے آنکھوں کے سامنے اس کی تمام جہتیں، نشیب وفراز، رنگ، وسعتیں، گہرائیاں، انگ اور زاویے نہیں آتے۔ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان دانوں کو رکھ کر جب پاٹ پھیرا جاتا ہے تو دانہ کناروں کی طرف جاتے ہوئے مسلسل باریک اور نکھرتا جاتا ہے۔ دانہ پاٹوں کے درمیان کسی دو مقام پر کبھی ایک جیسا نہیں ہوتا۔ بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنے سے اس کے معنی، مفہوم، وسعت، گہرائی مختلف زاویے، منتہائیں اور مدعا و مقصد نکھر کر قاری کے سامنے آ جاتا ہے۔ اور آخر میں فرمایا

انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ○

''آپ دیکھیں کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر (بات کے تمام گوشے) ہم بیان کرتے ہیں
لیکن اس کے باوجود ان سے یہ (اعراض برتتے ہوئے) منہ پھیر لیتے ہیں''۔ (حوالہ الانعام۔۴۶)

انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ

''دیکھ! ہم کس طرح پھیر پھیر کر آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ کسی نتیجے (قانون، اصول) پر پہنچیں''۔ (حوالہ الانعام۔۶۵)

ابراہیم علیہ السلام نے جس رات چھوٹے بتوں کو توڑا تھا اس رات کا واقعہ سورۃ الانبیاء کی ۵۲۔۵۸ اور الصافات کی آیات ۸۵۔۹۳ میں بیان ہوا ہے۔ اور اگلے دن کیا ہوا وہ سورۃ الانبیاء کی ۵۹۔۷۰ اور الصافات کی آیات ۹۴۔۹۸ میں بیان ہوا ہے۔ انہیں اپنے اپنے مقام پر الگ الگ بھی پڑھیں تو بات مکمل سمجھ آجاتی ہے لیکن اکٹھے دیکھیں تو بات زیادہ نکھر کے سمجھ آجائے گی۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾

جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا ''یہ کیا مورتیاں ہیں جن کیلئے تم عاکف بنے رہتے ہو؟'' (الانبیاء۔۵۲)

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾ انہوں نے کہا ''ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کا عبادت گزار پایا ہے''

قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ کہا ''تم لوگ خود بھی اور تمہارے باپ دادا بھی کھلی گمراہی میں پڑے رہے ہو''۔ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ ''انہوں نے کہا'' کیا تو ہمارے پاس سچائی لایا ہے یا تو کھیل کرنے والوں میں سے ایک ہے؟''۔ ان کی باتیں کھیل نہیں مشاہدے پر مبنی تھیں:

قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾ کہا ''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں''

وَتَٱللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصۡنَٰمَكُم بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ ﴿٥٧﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کروں گا بعد میں جب تم یہاں سے پیٹھ پھیر کر جا چکے ہو گے''

فَجَعَلَهُمۡ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ إِلَيۡهِ يَرۡجِعُونَ ﴿٥٨﴾ ''اس طرح انہوں نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے اس کے جو ان لوگوں کیلئے بڑا (الہٰ) تھا، امکان تھا کہ وہ (اس کی وجہ جاننے کیلئے ان سے) رجوع کریں''۔ (الانبیاء۔۵۴۔۵۸)

ابراہیم علیہ السلام نے انہیں بتایا تھا کہ وہ ان کے بتوں کے ساتھ ایک تدبیر کریں گے۔ اور انہیں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ تدبیر کب کریں گے بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ o ''بعد میں جب تم یہاں سے جا چکے ہو گے''۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ارادہ کھلے اور واضح ترین الفاظ میں لوگوں کو بتا دیا تھا۔ کیا آپ ایک ایسے انسان کے متعلق یہ گمان کر سکتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے کوئی بہانہ سازی کر سکتا ہے جو ان کے خلاف اپنے ارادے کا اظہار بھی کر دے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے وقت کا اعلان بھی کر دے؟ ابراہیم علیہ السلام کی بات سن لینے کے بعد کسی کے پہلے لکھے گئے اس تبصرے کے متعلق آپ خود رائے قائم کریں اور فیصلہ دیں ''قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام تنہائی اور موقعے کی تلاش میں تھے، تا کہ ان کے بتوں کا تیا پانچہ کیا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا کہ کل ساری قوم باہر میلے میں چلی جائے گی تو میں اپنا منصوبہ بروئے کار لے آؤں گا۔ اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہوں یا آسمانوں کی گردش بتلاتی ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ یہ بات بالکل جھوٹی تو نہیں تھی''

ابراہیم علیہ السلام نے قسم اٹھا کر کہا تھا کہ ان کے بتوں کے ساتھ تدبیر کریں گے بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ o ''بعد میں جب تم یہاں سے جا چکے ہو گے''۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے قول میں دو باتیں ہیں، ایک کئے جانے والا فعل اور دوسرا اُس فعل کا وقت۔ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قول کو پورا کیا تھا؟ بلاشبہ ہاں! وہ صادق تھے إِنَّهُۥ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا یقیناً وہ انتہائی سچے انسان اور نبی تھے'' (حوالہ سورۃ مریم۔۴۱) فَجَعَلَهُمۡ جُذَٰذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمۡ ''پھر انہوں نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے اس کے جو ان لوگوں کیلئے بڑا (الہٰ) تھا''۔ بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ o ''بعد میں جب تم یہاں سے پیٹھ پھیر کر جا چکے ہو گے'' کے بعد حرف ''ف'' سے واضح ہے کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے مندر میں موجود چھوٹے بتوں کو توڑا تھا۔ اس واقعہ کو سورۃ الصافات میں دیکھیں: فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِي ٱلنُّجُومِ ﴿٨٨﴾ ''پھر انہوں

(ابراہیم علیہ السلام) نے اپنی نگاہ ستاروں پر ڈالی فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ اور ان سے کہا کہ میں (تمہاری روش سے) ناخوش اور بیزار ہوں'' فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ 'پھر لوگ پیٹھ پھیر کر ان کے پاس سے چلے گئے فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ تو پھر وہ (ابراہیم علیہ السلام) ان کے بتوں کے پاس (مندر میں) جا پہنچے'' (حوالہ الصافات۔۸۸۔۹۰)۔

بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ''بعد میں جب تم یہاں سے پیٹھ پھیر کر جا چکے ہو گے''

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ ''پھر لوگ پیٹھ پھیر کر ان کے پاس سے چلے گئے''۔

اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اس رات وہ کر دیا جو لوگوں سے کہا تھا:

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾ ''پھر انہوں نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے اس کے جو ان لوگوں کیلئے بڑا (الٰہ) تھا، امکان تھا کہ وہ (اس کی وجہ جاننے کیلئے ان سے) رجوع کریں'' (الانبیاء۔۵۸)۔لوگوں کے چلے جانے کے بعد یہ کیسے کیا تھا؟ بتایا فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ ''تو پھر وہ ان کے بتوں کے پاس (مندر میں) جا پہنچے پھر ان کے پاس کہا'' کیا تم کچھ کھاؤ گے نہیں؟ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾ تمہیں کیا ہوا ہے کہ بولتے نہیں ہو؟'' فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾ ''پھر وہ انہیں داہنے ہاتھ سے ضربیں لگانے لگے'' (الصافات۔۹۱۔۹۳)۔اُس رات کے اگلے دن کیا ہوا تھا وہ آپ اس سے قبل کے ایک مضمون میں پڑھ چکے ہیں۔

قرآنِ مجید اَلْحَقُّ یعنی دوٹوک بیانِ حقیقت ہے۔اللہ رب العزت اس رات پیش آنے والے واقعات کا عینی شاہد ہے۔

اُس رات ابراہیم علیہ السلام مندر کی ان بے جان مورتیوں کے پاس تنہا تھے۔اللہ رب العزت نے ہمیں وہ باتیں بھی بتا دیں جو ابراہیم علیہ السلام یہ جاننے کے باوجود کہ وہ سنتے نہیں ان بتوں کو کہہ رہے تھے۔انسان کی اپنی مرضی ہے کہ عینی شاہد کے بتائے ہوئے بیان کو تسلیم کرے یا تخیل کی پرواز سے کہی ہوئی باتوں کو سینے سے لگائے رکھے۔لیکن ایسا کرنے سے قبل انسان کو ایک خاص نسل کی مادہ مکڑی کی روش اور نفسیات کو دیکھ لینا چاہئے جو ایک گھر اختیار کرتی ہے اور پھر کسی بھی خالی کاغذ کے ٹکڑے کو سینے سے لگا لیتی ہے۔ابراہیم علیہ السلام کو ادب سے جھکی ہماری نگاہوں کے ساتھ سلام ہو صبح و شام۔

اُس رات والے واقعہ کے بیان کی ابتدا سورۃ الانبیاء اور الصافات میں یوں کی گئی ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾

''جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا'' یہ کیا مورتیاں ہیں جن کیلئے تم عاکف بنے رہتے ہو؟'' (الانبیاء۔۵۲)

إِذۡ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوۡمِهِۦ مَاذَا تَعۡبُدُونَ ﴿٨٥﴾

''جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا'' تم کس کی عبادت کرتے ہو؟'' (الصافات۔۸۵)۔اور اس واقعہ کا اختتام یوں بتایا وَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيۡدٗا فَجَعَلۡنَٰهُمُ ٱلۡأَخۡسَرِينَ ﴿٧٠﴾ ''اور انہوں نے ان کے ساتھ داؤ کرنا چاہا تھا مگر ہم نے انہی کو نقصان میں ڈال دیا''۔(الانبیاء۔۷۰) فَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيۡدٗا فَجَعَلۡنَٰهُمُ ٱلۡأَسۡفَلِينَ ﴿٩٨﴾ ''پھر جب انہوں نے ان کے ساتھ داؤ کرنا چاہا تو ہم نے انہیں بہت ہی نیچا کر دیا'' (الصافات۔۹۸)۔اور اس کے بعد دونوں سورتوں میں ان کی ہجرت کے متعلق بتایا گیا ہے۔ خارج از کتاب تخیلاتی باتوں کو ذہن سے محو کر کے ایک وقت میں ان دونوں سورتوں میں بیان کو غور سے سنیں تو انشاءاللہ ہم ایسے محسوس کریں گے جیسے اُس رات کے واقعات کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا دیکھ رہے ہوں۔

اللہ رب العزت کا قرآنِ مجید کے متعلق فرمان ہے:

ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَتۡلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُوْلَٰٓئِكَ يُؤۡمِنُونَ بِهِۦۗ

''جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے یوں پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے۔ وہی اسے مانتے ہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۲۱)

يَتۡلُونَهُۥ اور تِلَاوَتِهِۦٓ کا مادہ ''ت ل و'' ہے۔ جناب راغب نے کہا ہے کہ اس کے معنی کسی کے پیچھے اس طرح چلنا ہیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی غیر حائل نہ ہو۔ یہ شکل کبھی تو جسمانی طور پر ہوتی ہے اور کبھی حکم کی پیروی، اقتداء کرنے میں۔ کتاب کو پڑھنے کے معنی میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کتاب کو حرف بحرف، لفظ بہ لفظ پڑھنا کہ کتاب کے الفاظ اور ادائیگی زبان کے درمیان کوئی غیر شئے حائل نہ ہو۔ کتاب کی تلاوت یہ ہے کہ کتاب کی بات اور قاری کے ذہن کے درمیان خارج از کتاب بات حائل نہ ہو۔ اہل ایمان کی صفت یہ بتائی ہے إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ ''مومن صرف وہ لوگ ہیں جن کے دل جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ڈر جاتے ہیں وَإِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا اور جب انہیں اس (قرآنِ مجید) کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں''۔ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے ایمان کو ماپنے کا ایک پیمانہ عطا فرمایا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ حَقّٗاۚ '' وہی حقیقت میں مومن ہیں'' (حوالہ سورۃ الانفال۔۲۔۴)۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے ذمہ پہلا کام اللہ کی آیات کو لوگوں کیلئے تلاوت فرمانا ہے (حوالہ البقرۃ آیت ۱۲۹، آلِ عمران ۱۶۴، الجمعۃ۔۲)۔ اور آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا'' وَأَنۡ أَتۡلُوَاْ ٱلۡقُرۡءَانَۖ اور (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) میں قرآن (مجید) سناؤں'' (حوالہ سورۃ النمل۔۹۲) اور اللہ رب العزت نے ہمیں بتایا ہے کہ کتاب ہی حرف آخر ہوتی ہے۔ اور کتاب سے

باہر کی باتوں کیلئے ذمہ داری کوئی قبول نہیں کرتا۔ أَمۡ لَكُمۡ كِتَـٰبٌ فِيهِ تَدۡرُسُونَ ﴿٣٧﴾ ''کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟''۔اور خارج از کتاب بات کے متعلق فرمایا سَلۡهُمۡ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾ ''ان سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن بنتا ہے ؟'' (القلم۔۴۰،۳۷)اور قرآنِ مجید نے بتایا ہے کہ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سنی سنائی روایت اور منہ کی باتوں کو تسلیم نہیں فرماتے بلکہ یہود ونصاریٰ ،مشرکین ہر کسی سے بات کا ثبوت (برھان) مانگتے ہیں (حوالہ البقرۃ ۱۱۱)۔اور اللہ تعالیٰ نے بھی آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سے یہی فرمایا کہ لوگوں سے سوالوں کے جواب محض روایت یا منہ کی بات سے نہیں لینا بلکہ قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَـٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَـٰدِقِينَ ۝ آپ (ﷺ) کہیں ''اپنا ثبوت (برھان) لاؤ اگر تم سچے ہو!'' (حوالہ النمل ۶۴)۔آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود وسلام ہے ہر لحہ صبح وشام۔فیصلہ کرنا ہمارا اپنا کام ہے کہ کیا کسی ایسے مئورخ، دانشور کی بات کو صحیح اور بُرۡهَـٰنَ تصور کیا جاسکتا ہے جو خود اس بات کے وجود ہوتے وقت غائب تھا؟ فیصلہ کرنے کا حق ہر کسی کا اپنا ہے لیکن اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہوگا کہ میرے آقا کا فرمان ہے فَمَنۡ أَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِهِۦ ۖ وَمَنۡ عَمِيَ فَعَلَيۡهَا ۚ ''اس لئے اب جو دیکھتا ہے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو اندھا رہا اس کا وبال اسی پر ہوگا وَمَآ أَنَا۠ عَلَيۡكُم بِحَفِيظٍ ۝ اور میں تمہارا کچھ نگہبان نہیں'' (حوالہ الانعام۔۱۰۴)۔آقائے نامدار ﷺ تمام انسانوں کیلئے روزِ قیامت تک نَذِيرٌ خبردار کرنے والے ہیں۔یہ میرے آقا کا اپنا فرمان ہے جو کبھی نہ مٹنے اور تغیر وتبدل کا شکار نہ ہونے والے الفاظ میں لکھا ہے

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَـٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَ ۚ (آپ ﷺ فرمائیں) ''اور یہ قرآنِ مجید میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جنہیں قرآنِ مجید پہنچے'' (حوالہ الانعام۔۱۹)۔آقائے نامدار ﷺ نے وہی بات ہم سے کہی جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہی فَإِنۡ أَعۡرَضُواْ فَمَآ أَرۡسَلۡنَـٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظًا ۖ ''پھر اگر وہ اعراض برتتے ہیں تو ہم نے آپ (ﷺ) کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔إِنۡ عَلَيۡكَ إِلَّا ٱلۡبَلَـٰغُ ۗ آپ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' (حوالہ الشوریٰ۔۴۸)۔آپ ﷺ نے پہنچا دیا اور

إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ ﴿٩﴾ ''ہم نے اس ذکر (قرآنِ مجید) کو نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہیں'' (الحجر۔۹)۔زمان کی گزرگاہ میں اسکی محفوظیت کی ضمانت جس نے ذمہ لی اس کی ضمانت قابل بھروسہ ہے کیونکہ یقین ہے کہ زندہ ہے اور مرے گا نہیں وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱلۡحَيِّ ٱلَّذِي لَا يَمُوتُ ۝ ''اور اس زندہ پر بھروسہ کر جو مرے گا نہیں'' (حوالہ الفرقان۔۵۸)۔